ترجمہ :- پروفیسر ڈاکٹر حافظ سید خالد محمود ترمذی

ڈاکٹر عبد الکریم جرمانوس (ہنگری کا نومسلم پروفیسر علوم اسلامیہ)

اپنی کہانی اپنی زبانی

ترکی زبان کی ایک کہاوت ہے "بن دیمك شیطان دیمکدر" یعنی جب تو نے کہا "میں" تو گویا شیطان نے کہا۔ لیکن باین ہمہ آپ کے حکم کی تعمیل میں اپنی بات کہنے کے لیے معذور ہوں۔ یہ حقیر پر تقصیر بچپن میں کوئی ذہین طالب علم نہیں تھا لیکن اگر یہ کہیں تو صحیح ہوگا کہ ایک کند ذہن طالب علم تھا جسے پڑھنے لکھنے کی بہ نسبت کھیل کود سے زیادہ شغف تھا اور موسیقی سے تو عشق تھا۔ وقت گذرتا رہا اور پھر میں نے بوڈاپسٹ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ اسی اثناء میں پہلی عالمگیر جنگ چھڑ گئی اور میرا ملک ہنگری جنگ کا میدان بن گیا میں نے بھی اپنے ملک کے دفاع میں حتی المقدور حصہ لیا۔ جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد میں پھر یونیورسٹی میں واپس لوٹ آیا تاکہ اپنی ادھوری تعلیم مکمل کر سکوں۔ یہاں مختلف ممالک کی تاریخ کے مطالعے کے دوران تاریخ عرب میری نظر سے گذری خصوصاً "تاریخ نبوت محمد" نامی کتاب جب میں نے پڑھی تو میں اس دُرِّ یتیم کے متعلق یہ جان کر حیران و ششدر رہ گیا کہ جس کے ماں باپ بچپن میں فوت ہو گئے تو اس کا دادا اور پھر چچا نے اس کی پرورش کی اس کا اپنا خاندان اور قبیلہ اس کا دشمن تھا اہل وطن نے اس کی اس قدر مخالفت کی کہ بالآخر اسے اپنے مولد یعنی مکہ سے رات کی تاریکی میں ہجرت پر مجبور کر دیا پھر مدینے میں بھی اسے چین سے نہیں رہنے دیا۔ یکے بعد دیگرے تین جنگیں اس غریب الدیار اور اس کے پیروکاروں سے لڑیں جو جزیرۂ عرب کے کمزور و ناتواں اور غریب و بے مایہ لوگ تھے لیکن کچھ زیادہ مدت نہیں گذری تھی کہ اس کا لایا ہوا دین نہ صرف تمام عرب میں پھیل گیا بلکہ وقت کی دو سپر طاقتوں یعنی قیصر و کسریٰ کو جن کا سکہ تمام عالم میں چلتا تھا اس کے ضعیف و مفلس پیروکاروں نے زیر و زبر کر ڈالا۔ اسی وقت سے یہ محیر العقول دعوت اور اس کے عظیم داعی کی مسحور کن شخصیت میرے حواس، دل و دماغ اور خیالات و تصورات پر چھا گئی میں نے تعلیم تو مکمل کر لی لیکن بلاد مشرق، دین اسلام اور مسلمانوں کے متعلق مزید جاننے کی طلب بڑھتی ہی گئی۔ پنڈت رتن پنڈوری نے کیا خوب کہا ہے

بحر عدن میں لاکھ ہوں لولوئے شاہوار   کچھ رنگ روپ اور ہے دُرِّ یتیم کا (اضافہ از مترجم)

تعلیم مکمل کرنے کے بعد ترکی زبان سیکھنے کے لیے استنبول یونیورسٹی میں داخل لے لیا جہاں سے ترکی اور فارسی زبانوں میں درجہ تخصص حاصل کیا بعدازاں بوڈاپسٹ یونیورسٹی کے السنہ شرقیہ کے شعبہ میں پروفیسر مقرر کر دیا گیا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ ترکی زبان کی تحصیل حقیقی مشرق اور اسلام کی دعوت کے متعلق آگاہی حاصل کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ لہذا اس حیرت انگیز دعوت کے اصل منبع و ماخذ یعنی قرآن کریم کے مطالعہ کا ارادہ کیا تو مجھے انگریزی میں دو ترجمے دستیاب ہوئے ایک میکادر کا ترجمہ تھا دوسرا ملکہ وکٹوریہ کے لیے کیا گیا تھا لیکن جب انکا مطالعہ کیا تو دونوں ترجمے بے روح اور بے جان سے لگے اور قرآن کے الہامی اسلوب کے حسن وجمال اور عربی زبان کی فصاحت و بلاغت سے عاری۔ اس لیے عربی لغات اور کتب کی مدد سے عربی زبان سیکھی اور قرآن مجید کے روح پرور اور ایمان افروز معانی تک رسائی حاصل کی۔ اپنی کتابوں اور لغات کی مدد سے مشہور عربی تفسیر بیضاوی کا کچھ حصہ پڑھا نیز تاریخ اسلام، عربی ادب اور حدیث شریف کی بہت سی کتابیں پڑھ ڈالیں تو یہ احساس ہوا کہ قرآن کریم کا یہ بیان اور فرمان واقعی حق ہے کہ اس میں باطل کسی راستے سے بھی راہ نہیں پا سکتا۔ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ نیز یہ حقیقتاً ایک دانا و بینا اور تعریف کئے ہوئے کا نازل کردہ ہے اور ہدایت فلاح ہے۔

بلادِ مشرق کی سیر و سیاحت اور قبولِ اسلام

بعدازاں دین اسلام اور مسلمانوں کے متعلق مستشرقین کی آراء اور خیالات جاننے کے لیے انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور اطالوی زبانیں سیکھی پھر مشرقی ممالک کی سیر و سیاحت شروع کی تو چار مرتبہ ترکی گیا۔ پھر مجھے ہندوستان کے مشہور شاعر رابندرناتھ ٹیگور نے اپنی قائم کردہ شانتی نکیتن یونیورسٹی میں پڑھانے کی دعوت دی میں نے وہاں تین سال تک پڑھایا اور اسی اثناء میں ہندوستان کے طول و عرض میں گھوما پھرا۔ بالآخر یہیں مجھے اسلام کی وہ روشنی وہ نور نصیب ہوا جس کی تلاش و جستجو میں میں مارا مارا پھر رہا تھا اور جس کی چنگاری "تاریخ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" نامی کتاب نے میرے اندر سلگادی تھی۔ جامع مسجد دہلی میں مشہور مسلم رہنما ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی دعوت و ترغیب پر ہزاروں مسلمانوں کی موجودگی میں اسلام قبول کیا۔ میرا اسلامی نام عبدالکریم جرمانوس رکھا گیا۔ یہ جمعہ کا مبارک دن تھا۔ جمعہ کا خطبہ بھی اس حقیر نے دیا۔

سوئے حرم

قبول اسلام کے بعد میرے اندر بلادِ عرب یعنی مصر و حجاز دیکھنے کی آرزو اور سوا ہوگئی تین سال کی کوشش بسیار کے بعد بالآخر میری تمنا بر آئی۔ اسکندریہ کی بندرگاہ پر مصری قلیوں کی عربی میں گفتگو میرے کانوں کو بہت بھلی لگی۔ ایام حج تک قاہرہ میں قیام رہا اور یہ

عازم حجاز مقدس ہوا۔

شیخ ازہر سے ملاقات

قیام مصر کے دوران ایک روز شیخ ازہر سے ملنے گیا تو دفاتر میں جیسا آج کل ہوتا ہے کہ سیکرٹری نے مجھے ایک چٹ دی جس پر میں نے اپنا نام پتہ اور ملاقات کا مقصد تحریر کیا وہ چٹ شیخ ازہر کے پاس گئی تو اس نے مجھے اندر بلالیا جب میں شیخ ازہر سے ملا تو میں نے اس کی توجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث مبارک کی طرف دلائی (لتتبعنّ سنن من قبلکم شبرًا بشبرٍ و ذراعًا بذراعٍ حتی لو دخلوا جحر ضب لدخلتموہ)

ترجمہ:۔ تم قدم بہ قدم اپنے سے پہلی امتوں کے طور طریقے اپناؤ گے حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی ضرور ایسا ہی کرو گے۔ آج یہ بات سچ ہو رہی ہے۔ تم عیسائیوں کے طور طریقے اور تہذیب و تمدن اپنا رہے ہو جب کوئی تمہارا مسلمان بھائی تمہیں ملنے آتا ہے تو تم پہلے اسے انتظار کراتے ہو۔ نام پتہ پوچھتے ہو پھر مرضی ہوتی ہے تو ملتے ہو ورنہ تمہارا سیکرٹری (دربان) کوئی بہانہ گھڑ لیتا ہے اور اسے نامراد جانا پڑتا ہے۔ جب کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے جلو میں مسجد نبوی میں بیٹھتے تھے دور و نزدیک سے جب کوئی بدو دین کے مسائل پوچھنے آتا تو اسی کے لیے اہل مجلس دیدہ و دل فرش راہ کرتے اور سرِ مجلس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ تواضع اور نرمی کا سلوک کرتے آپ بھی اسی نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت کے امین ہیں تو آپ ان کی سنت مطہرہ پر عمل کرنے کی بجائے عیسائیوں کے طور طریقے کیوں اپنائے ہوئے ہیں! شیخ ازہر کے پاس میرے اس سوال کا سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ تھا احقر مصر کے دیگر علماء اور ادیبوں سے بھی ملا اور وہاں کے مقامی رسائل و اخبارات میں متعدد مقالات و مضامین لکھے جن میں اسلام اور قرآن کریم کے متعلق اپنے دلی احساسات و جذبات کا اظہار کیا تھا۔

حج بیت اللہ

ایام حج میں حجاز مقدس کا عزم کیا جب وہاں یعنی پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد پاک پہنچا تو اسے ویسا ہی پایا جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں پڑھا تھا کھجوروں کے باغ بالوں کے خیمے اور اونٹوں کی بہتات یہ مناظر مجھے بہت اچھے لگے۔ اللہ کے گھر کا دیوانوں کی طرح طواف کیا۔ پیارے حبیبؐ کے روضۂ اطہر پر حاضری دی۔ قیام حجاز کے دوران مملکت سعودی عرب کے بانی جلالۃ الملک عبدالعزیز آل سعود سے بھی ملا اپنے ہم عصروں میں شجاعت، فہم و فراست اور حسن اخلاق کے لحاظ سے وہ ایک منفرد شخصیت کے مالک تھے اور ان سے متاثر ہو کر ان کے فضائل و محاسن پر بھی ایک بہت پُر اثر مضمون سپرد قلم کیا تھا جو عربی رسالے "صوت الحجاز" میں شائع ہوا۔

اللہ اکبر چار سال کی صحرا نوردی زمین سال ہندوستان میں تعلیم وتدریس اور اس کی سیاحت اور ایک سال بلاد مقدس میں قیام ۔ کے بعد جب سے اپنے وطن واپس لوٹا ہوں تو بوڈاپسٹ یونیورسٹی میں علوم اسلامیہ کی تعلیم وتدریس پر مامور ہوں وطن واپسی پر "اللہ اکبر" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی اسے سفرنامہ حجاز کہہ لیں جس میں مصر وحجاز کے سفر کے حالات و واقعات اور مناسک وفرائض حج بیان کئے ہیں۔ اس کے آغاز میں اسلام کی تاریخ بیان کی ہے اور دور جاہلیت سے لے کر موجودہ دور تک منتخب عربی اشعار کا منظوم ترجمہ بھی شامل ہے اس طرح یہ کتاب عربی ادب کی بھی ایک اہم دستاویز ہے۔ یہ کتاب ہنگری زبان میں لکھی تھی جس کا ترجمہ جرمنی اطالوی اور دوسری یورپی زبانوں میں بھی ہوا۔

تاریخ الادب العربی اور دیگر تصنیفات ایک ضخیم کتاب "تاریخ الادب العربی" کے نام سے لکھی۔ شاعر ابن رومی پر ایک کتاب جرمنی زبان میں لکھی جس میں اس کے منتخب اشعار کا ترجمہ وتشریح بھی ہے یہ شاعر یورپ میں چونکہ غیر معروف ہے اس لیے احقر نے اپنا یہ فرض جانا کہ اس نابغہ روزگار شاعر کو مغرب سے متعارف کرائے اللہ کریم نے کتاب کو یورپ میں بڑی مقبولیت سے نوازا۔

علاوہ ازیں ریڈیو بوڈاپسٹ سے اور بوڈاپسٹ یونیورسٹی اور ہنگری کی مختلف علمی وادبی محفلوں میں عربی ادب اور اسلامی موضوعات پر کثرت تقریریں کی ہیں نیز ترکی ادب، فارسی ادب اور خصوصاً عربی ادب پر بہت سے مقالے لکھے ہیں۔ کئی سالوں سے انگریزی زبان میں ایک ضخیم کتاب ان عربی ادیبوں کی خدمات جلیلہ کے بارے میں لکھ رہا ہوں جو ہجرت کر کے امریکہ میں آباد ہیں، میری رائے میں خود امریکی ادب میں ایسی کوئی بات ہے ہی نہیں جسے ادب کہا جا سکے یعنی امریکی ادب میں ادب نام کی کوئی چیز نہیں سوائے عربی ادب کے اور ان عربی ادیبوں نے ادب میں ایسے جدید اسلوب تخلیق کئے ہیں اور ایسے جدید انداز میں مضمون باندھے ہیں کہ وہ ادب کی ایک نئی صنف بن گئے ہیں۔ اسی طرح دو سالوں کی تگ ودو کے بعد شعر جاہلی سے انتخاب شائع کیا ہے جس میں ڈیڑھ سو شاعروں کے حالات اور ان کے اشعار جمع کئے ہیں۔

اس کے بعد ایک اور ضخیم کتاب لکھنے کے بارے میں غور وخوض کر رہا ہوں جس میں نپولین کے حملے کے بعد سے لے کر موجودہ دور تک عربوں نے جو ترقی وعروج حاصل کیا اس کا حال بیان ہوگا اس کی ضخامت اندازاً ایک ہزار صفحات تک پہنچنے کی امید ہے۔

اعزازات عربی ادب اور اسلام کی اشاعت کے سلسلے میں احقر کی ان حقیر مساعی کی وجہ سے قاہرہ کی مجمع اللغۃ العربیۃ نے رکن منتخب کیا ہے۔ عراق کی مجمع العلمی کا رکن ہوں اور ہنگری

ی اور مستشرقین کی انجمن کا بھی رکن ہوں۔ قاہرہ کی مجلس برائے جدید عربی ادب کا رکن ہوں۔

میرے عقائد و نظریات اپنے وسیع مطالعے اور عمیق مشاہدے کی بناء پر میرا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو منزل من اللہ ہے اور ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے جس میں تمام بنی نوع انسان کی فلاح و صلاح مضمر ہے۔ یہ ایک سادہ اور بڑا واضح مذہب ہے اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا دونوں بہت ہی آسان ہیں (ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر) دنیا کے دیگر مذاہب کی طرح یہ رسوم و رواج کا پیچیدہ گورکھ دھندا نہیں ہے۔ نہ اس میں کسی بھی قسم کا ابہام و غموض ہے۔ یہ زندگی کے تمام مسائل اور مشکلات کا فطری حل تجویز کرتا ہے یہ زندگی کے مسائل سے فرار نہیں سکھاتا بلکہ اسے فطری انداز میں گزارنے کی تعلیم دیتا ہے یعنی یہ انسانی فطرت کے قریب ترین دین ہے نیز اس میں رہبانیت نہیں ہے (لا رھبانیۃ فی الاسلام) میرا یہ ایمان ہے کہ اس دین مبین کی وساطت سے اللہ سبحانہ تک ہر مومن کی رسائی بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے ہوتی ہے۔ نیز یہ اتنا آسان دین ہے کہ ایک عام انسان بھی جس طرح اپنے نفس سے دوسروں کی بہ نسبت خوب آگاہ ہوتا ہے اسی طرح اس سے آگاہ ہو کر اور سمجھ کر بآسانی اسے دوسروں کو سمجھا بھی سکتا ہے۔

اسلامی مساوات اسلام کی سب سے اہم تعلیم یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں خواہ وہ دنیا کے کسی علاقے کے رہنے والے ہوں کسی رنگ کسی نسل کے ہوں کسی قوم قبیلے کے ہوں سب کو ایمان کے رشتے سے اخوت و بھائی چارے اور مساوات کی ایک لڑی میں پرو دیتا ہے جیسے تسبیح کے دانے یا کنگھی کے دندانے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر فوقیت و فضیلت حاصل نہیں مگر تقویٰ کی بنیاد پر جب کہ اس کے برعکس نام نہاد مہذب دنیا عصبیت اور قوم پرستی اور نسلی امتیاز کی ضلالت و گمراہی میں غرق ہے اور اس کی دیکھا دیکھی امت مسلمہ بھی اسی عفریت کے ظالمانہ پنجوں کی گرفت میں ہے اسی نسل پرستی کی بدولت اقوام عالم دو ہولناک عالمی جنگوں سے دوچار ہو چکی ہیں اور تیسری عالمی جنگ کے خوف سے لرزاں و ترساں ہے جس سے بچنے کا واحد راستہ اسلام ہے

بعثتِ نبویؐ تاریخ انسانی کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو تاریخ انسانی میں بہت سے اہم واقعات رونما ہوئے ہیں اور کئی اہم موڑ آئے ہیں۔ ان میں سب سے اہم واقعہ فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہے ان کے لائے ہوئے دین مبین اور ان کی سنت مطہرہ کی پیروی میں انسانیت کی سعادت و نجات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر مبعوث ہوئے

وہ ترقی پسند دین ہے رجعت پسند مذہب نہیں ہے اس دین کی بدولت انسان روحانی ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کرتا ہے اور اسی روحانی ترقی کا مرکز مکہ البلد الامین ہے جہاں حج کے ایام میں تمام عالم سے ہر ملک وملت اور ہر علاقے کے مسلمان بلا امتیاز رنگ ونسل اور ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے حجاج بلالحاظ دولت وثروت اور امارت وغربت ایک جیسے لباس میں ملبوس اللہ جل شانہ کے دربار میں حاضر ہو کر اسلامی مساوات کا عظیم اور عملی مظاہرہ پیش کرتے ہیں۔ یہ حقیر ہنگری کا باشندہ ہوتے ہوئے اسلام کے رشتے کے ناطے عالمگیر اخوت کی چاشنی محسوس کرتا ہے۔ اور ان سب مسلمانوں کا بھائی ہے جو یہ ایمان رکھتے ہیں کہ کائنات کی ہر شے یہ ارض وسما یہ شمس وقمر اور ستارے سیارے سب اللہ کے قانون کے تابع ہیں نہ کہ مادی قوانین کے۔ اور مادہ (MATE) روحانیت اور عقلیت کے تابع ہے۔ مادہ ہر دم تغیر پذیر ہے اس کی شکل، رنگ اور عناصر ترکیبی تغیر پذیر ہیں جوہر (ATOM) کا پہلے یہ نظریہ تھا کہ یہ ناقابل تقسیم ہے (ڈالٹن اٹامک تھیوری کے مطابق) پھر یہ تین حصوں نیوٹران پروٹان اور الیکٹران) میں تقسیم ہوا جدید ترین تحقیق کے مطابق یہ تیس سے زائد حصوں میں تقسیم ہوا ہے واللہ اعلم ابھی یہ مزید کتنے حصوں میں تقسیم ہوگا۔ یونانی فلسفی ہرا قلیطوس نے کہا تھا۔ کائنات کی ہر شے تغیر پذیر ہے ہر چیز اپنے جوہر کے لحاظ سے تبدیل ہوئی ہے سوائے اللہ کی ذات کے۔

آج کا انسان مادی ترقی کے بل بوتے پر چاند پر کمند ڈال چکا ہے لیکن اخلاقی اور روحانی ترقی کے لحاظ سے وہ صفر ہے مادی ترقی میں انسانیت کی نجات نہیں ہے بلکہ مادیت پرستی نے تو اسے نسل پرستی کے جنون میں مبتلا کیا جس نے انسانیت کو دو تباہ کن عالمی جنگوں سے دوچار کیا اور تیسری عالمی جنگ سے بچنے کا صرف ایک راستہ ہے کہ انسان خدائے واحد ویکتا پر اور اس کے بھیجے ہوئے دین متین پر ایمان لے آئے اور اسلامی اخوت ومساوات کی حبل متین،، (مضبوط رسی) کو مضبوطی سے تھام لے جو سب برائیوں سب پڑھائیوں ( ) اور سب مظالم سے محفوظ رہنے کے لیے مضبوط قلعہ ہے۔ اور صرف اس ذات عالی کی گرفت اور پکڑ سے ڈرے کہ راس الحکمۃ مخافۃ اللہ۔ یعنی دانائی کی بنیاد اللہ کا خوف ہے۔

اعتراف حقیقت | اپنی طویل کہانی اس اعتراف پر ختم کرتا ہوں کہ یہ حقیر سولہ سال کی عمر سے سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور عربی ادب کے مطالعے اور انکی اشاعت میں کوشاں ہے آج میری عمر ۸۰ (اسی) سال کے لگ بھگ ہے لیکن ابھی یہ تمنا اور آرزو ہے کہ اگر اتنی ہی عمر اور مل جائے تو وہ بھی اشاعت اسلام، علم کا نور عام کرنے اور عربی ادب کی خدمت میں گذار دوں۔ نیز یہ کہ گو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک عیسائی گھرانے میں پیدا کیا لیکن میں اسکا بے حد وحساب شکر گذار ہوں کہ اس نے مجھے اسلام کی لازوال نعمت اور نور سے سرفراز فرمایا اور اسی پر عمل کی توفیق ارزانی فرمائی کہ میری آپ کی اور ساری انسانیت کی فلاح اسی دین مبین پر عمل کرنے میں ہے۔